خلافت ارض اور علم الاسماء کی نسبت سے

پندرھویں صدی ھجری میں مسلمانوں کی ذمہ داریاں

(۲)

محمد شہاب الدین ندوی

تسخیر اشیاء اور باطنی نعمتیں :

بیان چل رہا تھا سائنسی علوم کے پھیلاؤ اور ان کے مسائل و مباحث کی وسعت کا۔ تو غور فرمائیے کہ یہ تمام علوم، یہ تمام چیزیں اور یہ تمام مسائل و مباحث سوائے علم الاسماء کی تفصیل کے اور ہیں کیا ؟ حقیقت یہ ہے کہ اگر ان چیزوں (مادہ و توانائی کے آثار و خواص) کو مسلمان محقق اور سائنس داں دریافت کرتے تو ان کے نام بھی وہ اپنی زبان میں کچھ اور رکھتے، جس کی وجہ سے شاید وہ اجنبیت دکھائی نہ دیتی جو آج نظر آرہی ہے(۱)۔ اور دوسری حیثیت سے وہ علوم و فنون کے میدان میں بھی اقوام عالم کی رہبری کرکے پوری دنیا کے امام بنتے۔ جیسا کہ بغداد کے دور عباسی اور مسلم اسپین کے دور اموی میں ہم کو نظر آتا ہے۔

۱۔ اگرچہ علوم و فنون کی اصطلاحوں کے مترادفات ہماری زبان میں بھی وضع کر لئے گئے ہیں، مگر جس رفتار سے سائنسی علوم کی ترقی ہو رہی ہے اس رفتار سے وضع اصطلاحات کا کام نہیں ہو پا رہا ہے۔ اور پھر بہت سی اصطلاحیں فرسودہ اور ناکارہ معلوم ہوتی ہیں۔ اس بنا پر اکثر ہو بہو انگریزی اصطلاحات کے استعمال ہی کو ترجیح دینی پڑتی ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ اصل معاملہ محض اصطلاحات کا بھی نہیں ہے بلکہ صحیح معنی میں ان علوم کے غیر دینی یا غیر ضروری ہونے کا تصور ہے۔ جب تک ''علم،، کی تقسیم کا یہ تصور نہیں بدلے گا کوئی حقیقی تبدیلی نہیں آسکتی۔

انسان کو علم اسمائے کائنات دئے جانے کا بنیادی مقصد — جیسا کہ تفصیل گزر چکی — مظاہر کائنات سے تعارف حاصل کرکے ان میں ودیعت شدہ فوائد سے مستفید ہونا اور خلافت ارض کے میدان کو سر کرنا ہے۔ اللہ تعالی نے ان مظاہر و موجودات میں انسان کے لئے بے شمار فوائد اور عجیب و غریب نعمتیں ودیعت کردی ہیں جو اس کی ربوبیت و رحمانیت کا بھی حیرت انگیز مظہر ہیں۔ قرآن حکیم میں صاف صاف فرمادیا گیا ہے :

الم ترا ان اللہ سخر لکم ما فی السموات و ما فی الارض واسبغ علیکم نعمه ظاهرة و باطنة : کیا تم نے مشاہدہ نہیں کیا کہ اللہ نے تمہارے لئے زمین اور آسمانوں کی تمام چیزیں مسخر کردیں اور تم پر اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں پوری کر دیں ! (لقمان . ۲)

یہاں پر ''ظاہری اور باطنی نعمتوں،، کی اصطلاحیں خاص طور پر قابل غور ہیں۔ کتب تفسیر میں ان کے مختلف مفہوم و مصداق بیان کئے گئے ہیں۔ جن کو مختصر طور پر نمبر وار بیان کیا جاتا ہے :

۱ - بعض کے نزدیک ظاہری نعمتوں سے مراد ظہور اسلام اور دشمنوں پر فتح اور باطنی نعمتوں سے مراد فرشتوں کے ذریعہ امداد ہے۔

۲ - ظاہری نعمتوں سے شکل و صورت کا حسن اور اعضاء کی درستی اور باطنی نعمتوں سے مراد معرفت ہے۔

۳ - ظاہری سے مراد حواس ظاہری اور باطنی سے مراد عقل اور دل و دماغ ہیں۔ (ان تینوں اقوال کے لئے دیکھئے تفسیر کشاف)

۴ - امام رازی رح کے نزدیک ظاہری سے مراد جسمانی اعضاء کی درستی اور باطنی سے مراد ان اعضاء میں کارفرما پوشیدہ قوتیں ہیں۔ (ملاحظہ ہو تفسیر کبیر)

۵ - علامه زمخشری‌رح نے نسبتاً ایک زیادہ بہتر اور فکر انگیز مفہوم بیان کیا ہے جو خود ان کا اپنا قول ہے (۱) فرماتے ہیں :

الظاهرة کل ما یعلم بالمشاهدة، والباطنة مالا یعلم الابدلیل او لایعلم اصلاً، فکم فی بدن الانسان من نعمة لایعلمها ولا یهتدی الی العلم بها : ظاہری سے مراد ہر وہ نعمت ہے جو مشاہدہ میں آسکے - اور باطنی سے مراد وہ نعمت ہے جو کسی دلیل سے معلوم ہو سکے یا بالکل معلوم نہ ہوسکے - اس لحاظ سے انسان کے بدن میں کتنی ہی ایسی (پوشیدہ) نعمتیں ہیں جن کو انسان نہیں جانتا اور ان کی طرف راہ یاب نہیں ہوتا - (تفسیر کشاف ۳ / ۲۳۵)

میرے نزدیک اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ ظاہری نعمتوں سے مراد وہ نوازشات الہیہ ہیں جو آفرینش آدمؑ سے لے کر عصر حاضر تک برابر معلوم و متعارف چلی آرہی ہیں - یعنی وہ لوازم حیات جن کے استعمال سے ہر دور کا انسان بخوبی واقف رہا ہے - اور باطنی نعمتوں سے مراد خاص کر مادہ (Matter) اور توانائی (Energy) کے وہ پوشیدہ اسرار و حقائق ہیں جو علوم

---

۱ - واضح رہے کہ شرعی احکام کے برعکس تکوینی امور سے تعلق رکھنے والی آیات قرآنی کی تفسیر میں مفسرین کے درمیان کافی اختلاف موجود ہے - اور اس قسم کی آیات کی تفسیر کبھی مکمل یا ''حرف آخر،، نہیں بن سکتی بلکہ علوم کائنات کی جیسے جیسے ترقی ہوتی جائے گی، ان آیات کریمہ کا بہتر مفہوم اور ان کے حیرت انگیز اعجازی پہلو خودبخود واضح ہوتے جائیں گے ، جو دراصل نوع انسانی کی فکری و اعتقادی اور تہذیبی و تمدنی ہر اعتبار سے رہنمائی کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں - موجودہ دور میں قرآن عظیم کا یہ سب سے بڑا اعجاز اور اس کا حیرت انگیز ''ہدایتی،، پہلو ہے - جس کو نظر انداز نہیں کر نا چاہئے -

سائنس کی ترقی کی بدولت منکشف ہو سکے ہیں۔ جن کو موجودہ انسان مسخر کرکے بخوبی فائدہ اٹھا رہا ہے۔ مثلاً برق، بھاپ، جوہری توانائی(۱)، جوہری آئی سو ٹوپ، اور بے شمار کیمیائی مرکبات جو مصنوعی غذاؤں، ادویہ، کھادوں اور دیگر بے شمار مصنوعات سے متعلق ہیں۔ اور اسی طرح مختلف قسم کے ترشے (Acids) وغیرہ جن کا استعمال جدید صنعتوں میں بہت عام اور اہم ہے۔

یہ تمام نعمتیں روز اول ہی سے کائنات میں موجود تھیں، جن سے انسان علم الاسماء کی ترقی اور تسخیر اشیاء کی قوت کی بدولت صحیح فائدہ اب اٹھا رہا ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد باری ہے:

''اللہ الذی خلق السموات والارض وانزل من السماء ماء فاخرج به من الثمرات رزقا لکم و سخر لکم الفلك لتجری فی البحر بامرہ و سخر لکم الانھار۔ و سخر لکم الشمس و القمر دائبین و سخر لکم الیل و النھار . واتکم من کل ما سالتموہ و ان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا ان الانسان لظلوم کفار .

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اوپر سے پانی برسایا، پھر اس پانی سے تمہاری روزی کی خاطر (طرح طرح کے) میوے نکالے۔ اور کشتیوں کو تمہارے قابو میں کیا تاکہ وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلتی رہیں (کہ تم جہاں چاہو باسانی سفر کر سکو) اور دریاؤں کو مسخر کیا (کہ حسب منشا ان پر بند باندھو اور ان کا رخ موڑ لو) اور تمہارے لئے آفتاب و ماہتاب کو مسخر کیا (کہ ان کی توانائیوں سے تم حسب خاطر مستفید ہو سکو) اور تمہارے لئے رات اور دن کو کام میں لگایا (تاکہ تمہارے کام کرنے اور راحت پانے

---

۱ - جوہری توانائی کے مضر پہلوؤں پر بحث اگلے صفحات میں آرہی ہے۔

کے اوقات معین ہو سکیں) ۔ اور اس نے (اس طرح) تمہارے (تمام فطری) مطالبات پورے کر دئیے ۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا بھی چاہو تو نہ کر سکوگے۔ انسان بڑا ھی ستمگار اور ناشکرا ھے،، (جو ان نعمتوں سے مستفید ہونے کے باوجود خدا کا انکار کر بیٹھتا ھے) (ابراھیم ۳۲ / ۳۴)

ایک اور موقع پر ارشاد ھے :

وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا منه . ان فی ذالك لایت لقوم یتفکرون . اور اس نے زمین اور اجرام سماوی کی تمام چیزیں تمہارے کام میں لگادی ھیں ۔ یقیناً اس باب میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے (بہت سے) دلائل موجود ھیں (جاثیه ۱۳)

ان تمام آیات میں غور کیجئے ۔ ان آیات کریمه کا منشا و مقصد کیا ھے اور یه حکم کس کو دیا جا رھا ھے ؟ تسخیر اشیاء(۱) کس چیز کا نام ھے ؟ باطنی نعمتیں کس طرح ظہور پذیر ہوئی ھیں ؟ ظاھر ھے که یه حکم خلیفه" الارض کو

---

۱ - تسخیر کے لغوی معنی ھیں : کسی کو جبراً کام میں لگانا، رام کرنا، قابو میں کرنا وغیرہ ۔ امام راغب‌رح نے لکھا ھے که ’’کسی خاص مقصد کے لئے کسی کو زبردستی لے جانا تسخیر کہلاتا ھے، اور ’’مسخر،، وہ ھے جس کو کسی کام پر جبراً لگایا گیا ہو،، ۔ (مفردات القرآن) اللہ تعالی نے اپنے حکم ازلی اور قوت قاھرہ سے تمام موجودات عالم کو انسان کے خادم اور حاشیه بردار کی حیثیت سے مختلف کاموں پر مامور اور تیار کر رکھا ھے اور ان میں مخفی طور پر بے شمار فوائد ودیعت کردئیے ھیں ۔ اب انسان کا کام اپنے خلیفه ہونے کی حیثیت سے یه ھے که وہ ان ’’خدام،، سے اپنی عقل و دانش اور ضرورت کے مطابق خدمت لے اور ان مخفی فوائد کا پته لگا کر اور اپنے تمدنی مشکلات حل کر کے دنیائے انسانیت کے گیسو سنوارے ۔ ارشاد باری (بقیه حواله اگلےصفحه پر)

دیا جارہا ہے کہ وہ علم الاسماء کے ''منتر،، اور ''دست تسخیر،، کی قوت(۱) سے ''باطنی نعمتوں،، کو منظر عام پر لائے۔ یہ باطنی نعمتوں یا مادہ اور انرجی کے پوشیدہ حقائق کو منکشف کرنے کا ''فارمولا،، ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ''مادہ کی توڑ پھوڑ،، اور ''انرجی،، کے اصولوں کو کام میں لانے سے مختلف ایجادات و اکتشافات کی شکل میں ''نعمتوں،، کی بارش ہونے لگتی ہے۔ جیسے بجلی اور

(بقیہ حوالہ)''واتاکم من کل ماسألتموہ (اور اس نے تمہارے تمام فطری مطالبات پورے کر دئے۔) کے مطابق انسان کی کوئی مشکل اور اس کی کوئی فطری و تمدنی ضرورت ایسی نہیں ہے جس کا حل ''ضروریات سے بھر پور،، اسی کائنات ارضی میں موجود نہ ہو۔ ان صاف ارشادات کے باوجود ان نعمتوں سے مستفید نہ ہونا محرومی نہیں تو پھر کیا ہے !

۱۔ اشیائے عالم کا اصل مسخر (تسخیر کرنے والا) جیسا کہ سابقہ حاشیہ میں صراحت کی جا چکی خالق کائنات جل‌شانہ ہے۔ تمام موجودات پر اسی کا حکم اور اس کی فرمانروائی چل رہی ہے۔ اس کے حکم سے ایک ذرہ بھی سرتابی نہیں کر سکتا۔ اس حیثیت سے سب اس کی قوت قاہرہ کے آگے جھکے ہوئے ہیں (ولہ اسلم من فی السموات والارض، نیز بل لہ ما فی السموات و مافی الارض)

مگر چونکہ انسان بھی (علمائے اسلام کی تصریح کے مطابق) صفات خداوندی کا مظہر ہے۔ اس لئے وہ بھی ایک خاص دائرہ میں حاکم و مختار ہے۔ جس طرح کہ سمیع و بصیر ہونا اللہ کی صفات ہیں مگر انسان بھی ایک خاص حد تک سمیع و بصیر ہے۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات میں اس کی صراحت موجود ہے۔ لہذا موجودات عالم کا اصل مسخر تو صرف باری تعالی جل شانہ ہے مگر مجازاً انسان کو بھی مسخر موجودات کہا جا سکتا ہے۔ اور ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔

بھاپ سے چلنے والی ہزاروں قسم کی مشینیں، موٹر، ٹرین، ہوائی جہاز، ٹیلی فون، ٹیلی پرنٹر وغیرہ بہت سی تمدنی ضروریات ۔ اسی طرح فن زراعت میں استعمال ہونے والے جدید آلات، مشین اور کیمیائی کھادیں ۔ طب جدید میں استعمال ہونے والے آلات، مشین اور اودیات ۔ سب سے زیادہ مفید اور حیرت انگیز ترقی شاید طبعیات اور علم کیمیا کی ترقی کی بدولت عمل میں آئی ہے ۔ اس وقت دنیا میں جتنی بھی صنعتیں کام کر رہی ہیں، چاہے وہ مشینوں کی تیاری سے متعلق ہوں یا اودیات، کھادوں کی تیاری سے متعلق ہوں یا دیگر مصنوعات سے متعلق، سب میں بنیادی طور پر ان دونوں علوم کا عمل دخل ہے ۔ صرف اکیلے پٹرولیم ہی سے اس وقت دنیا میں ہزاروں کیمیائی صنعتیں چل رہی ہیں ۔ جیسے موم، الکحل، مصنوعی ربر، وارنش، پلاسٹک، خوشبویات، مصنوعی ریشے اور دھماکہ خیز مادے وغیرہ(۱)۔ اسی طرح لوہے اور فولاد کی ہزاروں صنعتیں، الکٹرانکس آلات کی ہزاروں صنعتیں، پلاسٹک کی ہزاروں صنعتیں، ربر کی ہزاروں صنعتیں کام کر رہی ہیں ۔ اور یہی حال دیگر چیزوں کا بھی ہے کہ ہر ایک مادہ یا چیز (اسم) سے سینکڑوں ہزاروں چیزیں (مصنوعات) تیار ہورہی ہیں ۔ تمدن جدید میں لوہے کی مصنوعات اور الکٹرانک آلات کی حیثیت ریڑھ کی ھڈی کی طرح ہے ۔ اگر موجودہ تمدن سے صرف ان دو چیزوں کو ہٹا دیا جائے تو شاید اس کے ڈانڈے تمدن قدیم سے مل جائیں ۔

ان علوم اور ان کے فوائد سے قطع نظر صرف معاشیاتی نقطہ نظر سے غور کیجئے کہ یہ صنعتیں کتنی اہم ہیں ! قوموں کی ترقی اور ان کی خوشحالی کا دارومدار

---

۱ ۔ عربوں سے سستا تیل حاصل کرکے مغربی قومیں محض اپنی فنی جانکاری یا ''علم الاسماء میں مہارت،، کی بدولت اس سستے تیل سے مختلف کیمیائی مصنوعات تیار کرتی ہیں اور خوب نفع کماتی ہیں ۔

ان صنعتوں پر کتنا ھے ! اس وقت روئے زمین پر یقیناً ہزاروں نہیں لاکھوں صنعتیں کام کر رھی ھیں اور دنیا کی قوموں میں ان کے درمیان سخت مقابلہ چل رہا ھے ۔ کروڑوں آدمی مختلف مصنوعات کی تیاری میں لگے ہوئے ھیں اور انسانی تمدن دن بدن ترقی کرتا جا رہا ھے (۱) ۔ آج قوموں کی زندگی صنعتوں سے وابستہ ہو گئی ھے ۔ جو قوم ''بے صنعت،، ھے وہ آج گویا کہ فقیر اور کنگال ھے، جو دنیا کے اسٹیج پر زیادہ دنوں تک ٹھہر نہیں سکتی ۔ کیونکہ یہ سرزمین ''زور آوروں،، کا مسکن و ماوی ھے ۔ یہاں جو کمزوری دکھائے گا وہ قانون قدرت کے مطابق پیس کر رکھ دیا جائے گا ۔ جیسا کہ فلسفہ تاریخ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ھے ۔

منصب خلافت :

غرض خلاق فطرت نے یوم ازل ھی میں تمام مظاہر کائنات کے چند قوانین و ضوابط مقرر کئے پھر ان کا علم انسان کو عطا فرمایا کہ وہ ان مادی قوانین و ضوابط سے آگاھی حاصل کرکے موجودات عالم سے فائدہ اٹھائے ۔ جس کے باعث ''نئی نئی نعمتیں،، ظاہر ہونے لگتی ھیں، جن کا تذکرہ ''واسبغ علیکم نعمہ ظاہرۃ و باطنۃ،، اور ''وان تعدوا نعمت اللہ لاتحصوھا،، میں کیا گیا ھے ۔

ظاہر ھے کہ جو قوم ان علوم سے واقف ہوگی اور منشائے خداوندی کے مطابق موجودات عالم کی تسخیر کرے گی وھی خلافت ارض کی اصل مستحق بنے گی ۔ حصول خلافت کے لئے تسخیر موجودات ضروری ھے ۔ اور تسخیر موجودات کی کنجی علم الاسماء (علم اسمائے موجودات) ھے ۔ لہذا علم الاسماء خلافت ارض کا پہلا باب اور اس کا اولین زینہ ھے ۔ اب یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ جو قوم اس باب میں پیچھے رہ جائے وہ ''منصب خلافت،، سے بطور سزا معزول کر

---

۱ ۔ اور دوسری حیثیت سے فوجی و عسکری میدان میں بھی اسی نسبت سے ترقی ہو رہی ھے اور سخت مقابلہ چل رہا ھے ۔

دی جاتی ھے - یعنی دوسروں کی غلام یا دست نگر بنادی جاتی ھے - کیونکہ قانون خداوندی کے مطابق اس دنیا میں کاھلوں کا کوئی کام نہیں رھتا -

ھر دور کے تقاضے مختلف ھوتے ھیں - زندہ قوموں کے لئے ضروری ھے کہ وہ اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق خود کو ڈھال لیں، ورنہ وہ جلد یا بدیر گاجر مولی کی طرح کاٹ کر پھینک دی جائیں گی، یا ان کو تاریخ کے ''عجائب خانوں،، کے حوالے کر دیا جائے گا - گویا کہ وہ مردہ قومیں ھیں اور ان کا مقام دنیا کے اسٹیج کے بجائے میوزیم ھی مناسب ھو سکتا ھے -

اب ایک دوسری حیثیت سے غور فرمائیے - قرآن حکیم میں اھل ایمان کو یہ حکم دیا گیا ھے :

و اعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ و من رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ و عدوکم و اخرین من دونھم لاتعلمونھم اللہ یعلمھم وما تنفقوا من شئی فی سبیل اللہ یوف الیکم و انتم لا تظلمون .

اور تم ان سے لڑائی کے لئے اتنی قوت اور زور آور گھوڑے تیار کرو جتنے تم کر سکتے ھو، کہ اس سے اللہ کے دشمنوں اور تمھارے دشمنوں پر دھاک بیٹھ جائے، اور ان کے علاوہ بعض دوسری قوموں پر بھی جن کو تم (اس وقت) نہیں جانتے، اللہ ان کو جانتا ھے - اور اللہ کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کرو گے وہ تم کو پورا ملے گا اور تمھارا حق مارا نہ جائے گا - (انفال . ٦)

صحیفہ خداوندی میں ھر دور کی رعایت ملحوظ رکھی گئی ھے - چنانچہ اس آیت کریمہ میں گھوڑوں کا لفظ اور ''قوۃ،، کا لفظ استعمال کیا گیا ھے - اس سے مراد ھر قسم کی قوت اور جدید سے جدید تر سامان حرب ھے - اسی طرح ''عدو اللہ و عدوکم،، (اللہ کے اور تمھارے دشمنوں) سے مراد کفار و مشرکین ھیں اور ''و آخرین من دونھم،، (اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں) سے مراد دیگر

اقوام ھیں ۔ ''ترھبون بہ عدو اللہ،، (تاکہ تم اللہ کے دشمنوں پر اپنی دھاک بٹھا سکو) یہ مقصد عسکریت فلسفہ جنگ، خلافت ارض کی غرض و غایت اور ''امن عالم،، کی بنیادی اینٹ ھے ۔ یعنی محض اس رعب و دبدبہ ھی کی بدولت تمہیں امن و امان اور چین و سکون حاصل ھو سکتا ھے ۔ ورنہ ظاھر ھے کہ ضعف اور کمزوری کی بدولت ھر قوم اور ھر ملک — جو زور آور ھو — دبانے اور حق مارنے لگ جائے گا ۔ کیونکہ عسکری اعتبار سے قوموں کی کمزوری قوموں کی موت کے مترادف ھوتی ھے ۔

یہ آیت کریمہ بیک وقت نہ صرف حتی‌المقدور جنگ کی تیاری اور اس راہ میں انفاق کی ترغیب و تحریص دلا رھی ھیں بلکہ خلافت ارض کا فلسفہ بھی سمجھانے اور مستقبل کے بارے میں کچھ پیشن گوئیاں کرتے ھوئے اپنے متبعین کو چالاک دشمنوں سے چوکنا اور ھوشیار رھنے کی تلقین بھی کر رھی ھے ۔ خلافت ارض کے تعلق سے اس آیت کریمہ اور اس سے ما قبل کی آیات (تسخیر والی) میں اسباق و بصائر کا ایک بحر زخار موجزن نظر آرھا ھے، جن کو میں مختصر طور پر اس کاغذی کوزے میں سمیٹنے کی کوشش کروں گا ۔

۱ ۔ اس آیت کریمہ کا منشاء جیسا کہ ظاھر ھورھا ھے ''فتنوں،، کو کچلنے اور باطل سے نبرد آزمائی کے لئے بہتر سے بہتر ھتھیاروں کی تیاری ھے ۔ آج تیر، کمان، تلوار، اور نیزے کا دور نہیں رھا ۔ بلکہ بندوق، مشین گن اور ٹینکوں کا دور بھی بہت بڑی حد تک ختم ھوگیا ھے ۔ اب راکٹ، میزائل، ایٹم بم، ھائیڈروجن بم، نیوٹران بم، جراثیمی بم، اور خلائی سیاروں کا دور ھے ۔ اب انسان خلا میں بیٹھ کر جنگ کرنے اور اجرام سماوی میں فوجی چھاؤنیاں قائم کرنے کی فکر میں ھے ۔ تاکہ وہ اپنا دفاع مضبوط کرکے ایک ھی وار میں اپنے دشمنوں کا صفایا کر سکے ۔

۲ - اقوام عالم کو قابو میں رکھنے کے لئے جدید سے جدید ھتھیاروں سے لیس ھونا ضروری ھے - اس کے بغیر ''ترھبون به عدو اللہ،، کا مقصد پورا نہیں ھوسکتا(۱)-

۳ - جب تک اقوام عالم کو قابو میں نه کیا جائے دنیا میں حقیقی امن و امان قائم نہیں ھو سکتا - جو اسلام کا اور خلافت ارض کا اولین مقصد ھے -

۴ - اگر مسلمان علوم و فنون کے باب میں امام ھوتے تو وہ منشائے الہی کے مطابق ''تسخیر اشیاء،، کا صرف افادی پہلو مدنظر رکھتے اور اس کے مضر و ھلاکت خیز پہلوؤں سے گریز و اجتناب کرتے - جیسا که آج دنیا کی جنگ باز قومیں دنیائے انسانیت پر جوھری اور جراثیمی جنگ مسلط کرکے تمام انسانوں کو موت کی نیند سلادینے کے درپے نظر آرھی ھیں - یه نتیجه ھے اس بات کا که علم الاسماء ''صالح،، ھاتھوں سے نکل کر ''غیر صالح،، ھاتھوں میں پہنچ گیا، یا پھر انہیں قابو میں رکھنے والی کوئی قوت باقی نہیں رھی -

۵ - موجودات عالم کی تسخیر سے متعلق اوپر جو آیات پیش کی گئی ھیں ان سب میں نعمتوں کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ ''لکم،، (تمہارے لئے) بار بار استعمال کیا گیا ھے -اس میں ''لام،، افادیت اور حصول منفعت پر دلالت کر رھا ھے - اس لحاظ سے مطلب یه ھوا که ''تسخیر اشیاء،، میں دنیائے انسانیت کا فائدہ اور تعمیری پہلو مد نظر ھونا چاھئے - پھر لفظ ''نعمت،، کا مفہوم بھی یہی ھے که وہ نوع انسانی کےلئے زحمت یا مصیبت نه بنےبلکه وہ خدائے رحمان کا عطیه ھونے کی حیثیت سے ھر حال میں اس کی رحمت و رأفت کا مظہر رھے -

---

۱ - یه مقصد ''بھیک،، کے چند ھتھیاروں کو جمع کرلینے سے حاصل نہیں ھو سکتا - بلکه اس کے لئے بذات خود جدوجہد کرنے اور خود کفیل بننے کی ضرورت ھے -

۶ - اس لحاظ سے اسلام کی نظر میں جوهری بموں، نیپام بموں، جراثیمی بموں اور دیگر ایٹمی اسلحه کا استعمال بہت برا فعل اور سخت گناہ ھے، جو عالم انسانی کی تباهی و بربادی کا باعث ھے - تمام بنی نوع انسان اسلامی نقطه نظر سے ''عیال الله،، (الله کا کنبه) هیں جن کی تباهی و بربادی کی وہ اجازت نہیں دیتا -

۷ - ''طاقت کا توازن،، قائم رکھنے کے لئے ضروری تھا اور ھے کہ مسلم حکومتیں نه صرف اقوام عالم کی برابری کرتیں بلکه ان سے ایک درجه آگے بھی رهتیں(۱) - مگر اس وقت دنیا کی مسلم حکومتوں کا — جو تعداد میں ۴۲ هیں — یه حال ھے کہ وہ نه صرف اس میدان میں انتہائی کمزور هیں بلکه اسلحه اور هتھیاروں کے لئے بڑی طاقتوں کی دست نگر بھی - یه حقیقت میں اس بات کی سزا ھے کہ وہ تسخیر اشیاء یا کم از کم علم الاسماء کے میدان میں پیچھے کیوں رہ گئیں -

۸ - طاقت کے اعتبار سے ''قومی کمزوری،، دراصل قومی موت کے مترادف ھے - اور یه قانون فطری، شرعی، تاریخی اور سیاسی و عسکری هر اعتبار سے صحیح ھے - یه صحیفه تاریخ کا فیصله ھے کہ کمزور قومیں اس کائنات میں زیادہ دنوں تک قومی حیثیت سے زندہ نہیں رہ سکتیں - بلکه وہ جلد یا بدیر غالب اور طاقتور قوموں کا لقمۂ تر بن جاتی هیں -

۹ - مقصد خلافت اس وقت تک پورا نہیں هو سکتا جب تک که مسلمان قومیں تسخیر اشیاء کے میدان میں خود آگے نه بڑھیں اور ''ماده،، میں ودیعت

---

۱ - یہاں پر ایک سوال یه پیدا هوتا ھے کہ جب دوسری قومیں ایٹم بموں وغیرہ سے مسلح هیں تو کیا مسلم حکومتوں کو بھی ان کی تقلید کرنی چاهئے ؟ تو اس سلسلے میں عرض ھے کہ اگرچه یه اقدام اسلام کی نظر میں بہت برا اور قبیح ھے مگر طاقت کا توازن برقرار رکھنے اور ذهنی و نفسیاتی فضا بدلنے کے لئے اس کی تیاری کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا -

شدہ قوتوں کو زیر کرکے ان کا صحیح استعمال نہ سیکھ لیں۔ بالفاظ دیگر سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں بذات خود آگے نہ بڑھیں۔ اس وقت مسلم حکومتوں کے پاس وسائل کا ایک انبار موجود ہے۔ اگر وہ صحیح سمجھ بوجھ سے کام لے کر تسخیر اشیاء یعنی سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں کود پڑیں تو بہت جلد دنیا کی کایا پلٹ سکتی ہیں۔ اور موجودہ صورت حال معکوس ہو سکتی ہے۔ اس وقت خصوصیت کے ساتھ عرب ممالک کو اپنی ذمہ داریوں کا صحیح احساس کرتے ہوئے جو دولت اللہ تعالی نے انہیں دے رکھی ہے اس کا صحیح استعمال کرنا چاہئے۔ عرب ممالک آج اس پوزیشن میں ہیں کہ اگر وہ چاہیں تو خلافت ارض کی از سر نو تشکیل و تعمیر میں ایک موثر، فعال اور مثبت رول ادا کر سکتے ہیں۔ اور پوری مسلم دنیا ان کے اقدامات کی تائید کے لئے ان کی پشت پناہ بن سکتی ہے۔ اللہ تعالی نے اس وقت (پندرھویں صدی ھجری میں) دنیائے اسلام کو ایک فیصلہ کن مرحلے اور نازک موڑ پر کھڑا کر دیا ہے۔ اور ان کی ذرا سی بھی لغزش تباہ کن ہو سکتی ہے۔

۱۰۔ اس مقصد عظیم کے حصول کے لئے محض چند کانفرنسیں منعقد کرادینے سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا، جب تک کہ ایک ٹھوس پروگرام بنا کر مثبت طور پر کام نہ کیا جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے فوری طور پر سائنسی تعلیم کو عام کرنے اور سائنسی ادارے اور صنعتیں قائم کرنے کی طرف سب سے پہلے توجہ کرنی چاہئے (۱)۔

۱۱۔ اگر تمام مسلم ممالک متفق و متحد ہوکر خلافت ارض کے میدان میں اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے اپنے اپنے وسائل کا جائزہ لے کر

۱۔ اس وقت عرب ممالک کا کثیر سرمایہ یورپ اور امریکہ کے بینکوں میں ''بند،، پڑا ہوا ہے یا اس کا فائدہ غیر قوموں کو پہنچ رہا ہے۔ اگر وہ اس سرمایہ

(بقیہ حوالہ اگلے صفحہ پر)

از سر نو کام شروع کر دیں تو ان کی کھوئی ہوئی شان و شوکت دوبارہ واپس آسکتی ہے اور دین اسلام پھر سے غالب آسکتا ہے۔

اس کے لئے ضروری ہے کہ تمام مسلم ممالک اپنے سارے اختلافات کو پس پشت ڈال کر اپنی ایک علیحدہ یونین اور ایک مرکزی سکریٹریٹ قائم کریں۔ بلکہ زیادہ بہتر ہوگا کہ مرکزیت قائم کرنے کے لئے ,,خلیفۃ المسلمین،، یا ,,امیر المومنین،، کے فراموش شدہ تصور کو دوبارہ زندہ کیا جائے ' جس کو دنیا کے تمام مسلمانوں کی نظر میں تقدس کا درجہ حاصل تھا۔

,,خلیفۃ المسلمین،، جس کو بنایا جائے وہ خدا کے احکام کو نافذ کرنے اور دنیا کے تمام مسلمانوں کی بہبودی کو مدنظر رکھنے والا ہو۔ اس لحاظ سے

(بقیہ حوالہ) سے اپنے ملکوں یا دوسرے مسلم ملکوں میں جدید صنعتیں قائم کرتے تو اس کے نتیجے میں دو طرفہ فائدہ ہوتا۔ یعنی خود ان ملکوں کو بھی فائدہ پہنچتا اور ترقی پذیر مسلم ملکوں کا بھی بھلا ہوتا، جو فنی اعتبار سے کچھ نہ کچھ جانکاری تو رکھتے ہیں۔ مگر سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔

عرب ملکوں کو ایران اور امریکہ کے حالیہ واقعات سے سبق لینا چاہئے کہ ضرورت پڑنے پر دنیا کی یہ بڑی اور حریص طاقتیں کمزور قوموں کا سرمایہ تک ہڑپ کر جانے سے نہیں ہچکچاتیں۔ بلکہ (ایران کے سرمایہ کی طرح) اس کو منجمد کرکے ان کو مفلس و قلاش کر دیتی ہیں۔ اب عربوں کو سنجیدگی کے ساتھ سوچنا چاہئے کہ آخر وہ سرمایہ — جس کو وہ ''محفوظ،، سمجھتے ہیں — کس کام کا جو ضرورت کے موقع پر یا آڑے وقتوں میں نہ تو خود ان کے کام آسکتا ہو اور نہ اس سے دنیائے اسلام کا کوئی بھلا ہوسکتا ہو۔!

اس کے تمام احکام - اسلامی قانون کے حدود میں - سب کے لئے واجب الاطاعت ہوں گے۔

ابھی ماضی قریب میں عالم اسلام کو متفق و متحد کرنے کی ایک بہت بڑی کوشش شروع ہو چکی تھی (جس کے داعی اور محرک ٹنکو عبدالرحمن تھے)۔ افسوس کہ یہ کوشش چند ہی سال بعد دشمنوں کی سازش اور ریشہ دوانیوں کا شکار ہو گئی۔ یہ کوشش ازسر نو شروع ہونی چاہیئے اور اس کو ہر قیمت پر پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے۔

۱۲ - اگر تمام مسلم ملکوں کی ایک وفاقی یونین وجود میں آجائے تو یہ سب سے بہتر ہوگا اور اس سے بہت اچھے اور مثبت نتائج نکل سکتے ہیں۔ مگر یہ کام دوسرے مرحلے کا ہے اور بہت مشکل بھی - پہلے مرحلے میں ایک متحدہ سکریٹریٹ قائم کرکے) دوسرے مرحلے کی راہ بتدریج ہموار کرنی چاہئے - اگر اس راہ میں پچیس پچاس سال بھی صرف ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ضرورت صرف مستقل مزاجی اور فولادی عزم کے ساتھ کام کرنے کی ہے - اور اس راہ میں چند مخلص اور بے لوث آدمیوں کو اپنی زندگیاں وقف کردینی چاہئیں - کیونکہ اس قسم کے نتائج راتوں رات برآمد نہیں ہو سکتے - ذہن سازی اور قوموں کی تعمیر بہت مشکل، صبر آزما اور پتہ ماری کا کام ہے ، مگر ناممکن اور محال نہیں منظم منصوبہ اور مسلسل عمل ، یہ دو چیزیں کامیابی کی ضامن ہوں گی -

دنیائے اسلام میں رونما ہونے والے چند جدید ترین واقعات خصوصاً مسلم افغانستان پر روس کی فوج کشی اور یلغار نے مسلم ملکوں کی آنکھیں کھول دینے اور ان کے آپس کے تمام اختلافات کو فراموش کرکے متحد ہو جانے کا ایک نادر موقع فراہم کر دیا ہے - اگر اب بھی تمام مسلم ممالک ایک نہیں ہوجاتے

تو پھر اغیار کی ہوسناکیوں کی بھینٹ چڑھنے اور ان کا لقمہ تر بننے کے لئے انہیں تیار رہنا چاہئیے۔

ولا تنازعوا فتفشلوا و تذھب ریحکم : اور تم آپس میں نزاع نہ کرو، ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ (انفال ۴۶)

و اعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا : اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو (آل عمران ۱۰۳)۔

و ان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم : اگر تم نے رو گردانی کی (اللہ کے احکام سے) تو وہ تمہاری جگہ پر کسی دوسری قوم کو لے آئے گا، پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔ (محمد ۳۸)۔

۱۳ ۔ کار خلافت کیا ہے اس پر حسب ذیل آیت کریمہ بخوبی روشنی ڈال رہی ہے۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کو مخاطب کرکے کہا گیا ہے :

یا داؤد انا جعلنك خلیفة فی الارض فاحکم بین الناس بالحق : اے داؤد ! ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے، پس تم لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا کرو (ص ۲۶)

خلیفہ ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ دنیا میں عدل و انصاف قائم کیا جائے اورظلم و زیادتی کو مٹادیا جائے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ کوئی کمزور شخص یا کمزور قوم زمین میں عدل و انصاف قائم نہیں کرسکتی۔ عدل و انصاف کے قیام کے لئے بھی قوت و طاقت کی ضرورت ہے تاکہ کمزوروں کو ظالموں سے ان کا حق چھین کر دلایا جائے۔ اور دنیا میں امن واماں قائم کیا جائے۔ یہ اصول نہ صرف معاشرتی اور قومی لحاظ سے صحیح ہے بلکہ بین الاقوامی حیثیت سے بھی درست ہے۔ کیونکہ ''ظالم،، انسان یا ناحق کوش قوم صرف ''طاقت،،

کے آگے ہی سر جھکا سکتی ہے، اخلاقی وعظ و نصیحت اس کے لئے مؤثر اور کارگر نہیں ہوتی۔

ثم جعلنکم خلئف فی الارض من بعد ھم لننظر کیف تعملون: پھر ہم نے ان (قوموں کی تباہی) کے بعد تم کو زمین میں خلیفہ بنایا تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو۔ (یونس ۱۴)۔

اگر ہم بھی خلافت ارض کے تقاضوں کو فراموش کرکے غافل و بے پرواہ رہے تو پھر ہماری تباہی بھی یقینی ہے، جیسا کہ پچھلی قوموں کا دردناک انجام ہمارے سامنے موجود ہے۔

۱۴ - بنیادی اور اصولی طور پر خلیفہ کے دو فرائض ہیں: (۱) شرعی احکام کا موثر طور پر نفاذ کرکے معاشرہ کی تطہیر کرنا (۲) اور تکوینی امور کو ترقی دے کر ملکی و ملی مصالح حاصل کرنا۔ اس لحاظ سے خلیفہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم تشریع (اسلام کے عباداتی، اخلاقی اور معاملاتی امور) اور علم تکوین (مادی علوم، مادی اشیاء اور ان کی قوتوں سے استفادہ) دونوں میں افراط و تفریط کے بغیر ایک توازن قائم رکھے اور دونوں کو برابر برابر ترقی دے۔ ان دونوں کی جامعیت ہی سے دینی و دنیوی تمام فوائد حاصل ہو سکتے ہیں اور ایک صالح پاکیزہ متوازن اور طاقتور معاشرہ وجود میں آسکتا ہے، جوکہ عند اللہ اصل مطلوب و مقصود ہے۔

۱۵ - پچھلے تمام مباحث میں آپ کسی بھی اعتبار سے غور کیجئے آپ کو نظر آئے گا کہ دنیائے اسلام کا ہر حیثیت سے قوی اور طاقتور ہونا ضروری ہے۔ یہی خدا کا پیغام اور اسلام کا مطالبہ ہے۔ خدا کے احکام اور زمانے کے تقاضوں سے رو گردانی کرکے ہم کافی سزا بھگت چکے ہیں، اب ہم کو پوری طرح ہوش میں آجانا چاہئے۔

واضح رہے کہ علم تکوین یا علوم کائنات یا جدید سائنس اور ٹکنالوجی کا عدم وجود افراد کی زندگیوں میں تو اتنا اہم دکھائی نہ دے مگر قوموں کی زندگیوں میں اس کا عدم آج ان کی موت کا پیام ہوگا۔ افراد ہی سے قومیں بنتی ہیں۔ اور قطرہ قطرہ مل کر ہی دریا کہلاتا ہے۔ آج دنیا کے اسٹیج پر کوئی قوم زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہ سکتی جو اس میدان میں پیچھے رہ گئی ہو۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ دور جدید میں محض اپنی طاقت اور وسائل کے اعتبار سے ''بڑی قومیں،، عددی اعتبار سے بڑی مگر طاقت کے اعتبار سے ''کم تر قوموں،، کو اپنی انگلیوں کے اشاروں پر نچارہی ہیں۔ اور اس دنیا میں وہی ہو رہا ہے جو وہ چاہتی ہیں۔ آخر ان کے پاس وہ کونسی کنجی اور وہ کونسا منتر ہے جس کے باعث ان کی یہ فسوں کاری چل رہی ہے ؟ ظاہر ہے کہ ان کی یہ کنجی یا منتر ہے صرف اور صرف ''علم الاسماء،، اور ''تسخیر اشیاء،، میں ان کی جانکاری اور برتری۔ یہ دونوں چیزیں ہماری تھیں اور ہم ہی ان کے اصل وارث تھے۔ مگر ہماری غفلت کے باعث یہ چیزیں غیروں میں چلی گئیں ہیں۔ اب ہم کو کوشش کر کے دوبارہ اس میدان میں آگے بڑھنا اور ان دونوں چیزوں پر پھر سے قبضہ کر لینا چاہئے۔

۱۶ - حالیہ جدید واقعات ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہیں۔ مثلاً فلسطین، یوگنڈا، اور افغانستان کا سقوط اور ان پر غیروں کا تسلط و غلبہ۔ اگر مسلم ممالک متحد ہوتے یا ان کا کوئی متحدہ بلاک موجود ہوتا تو اس قسم کے واقعات ہر گز نہ پیش آتے۔ اصل میں اغیار کی للچائی ہوئی نظریں پورے عالم اسلام، ان کی جغرافیائی اہمیت اور ان کے بے پناہ قدرتی وسائل پر لگی ہوئی ہیں۔ اس بنا پر اندر ہی اندر سازشیں ہورہی ہیں اور لاوا پک رہا ہے۔

۱۷ - اگر تمام مسلم ممالک ایک جھنڈے تلے جمع ھوجائیں تو پھر پوری دنیا اور اس کی تمام قوتیں مل کر ان کا ایک بال بھی بیکا نہ کر سکیں گی۔ بلکہ اس سے در حقیقت عالمی سیاست میں ایک انقلاب آجائے گا اور ان کا وزن قائم ھوجائے گا۔ ان کی حیثیت موجودہ متعدد بلاکوں کے درمیان ایک ''بیلینسنگ پاور،، کی سی ھوجائے گی۔ یعنی وہ جس بلاک کی طرف ھو جائیں گے اس کا پلڑا جھک جائے گا۔ یہ بھی گویا کہ ایک نمونہ ھوگا ان کے ''امت وسط،، ھونے کا۔

وکذلك جعلناکم امة وسطا لتکونوا شھداء علی الناس اور اسی طرح ھم نے تم کو امت معتدل بنایا ھے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو (بقرہ ۱۴۳)

خلافت ارضی کے شرائط:

صحیفہ ربانی میں خلافت ارض کے تعلق سے امت محمدیہ سے جو زبردست اور تاکیدی وعدہ کیا گیا ھے وہ ملت اسلامیہ کے لئے پیام حیات اور صوت سرمدی کی حیثیت رکھتا ھے:

وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ص و لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا و من کفر بعد ذلك فأولئك ھم الفاسقون.

جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور صالح عمل کرتے رھے ان سے اللہ کا وعدہ ھے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان سے پھلے والوں کو بنایا تھا، اور ان کے دین کو — جس کو اس نے ان کے حق میں پسند کرلیا ھے — مضبوطی سے جمادے گا، اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ (شرط یہ ھے کہ) وہ میری عبادت کرتے رھیں (اس طرح کہ) کسی کو میرا شریک

نہ بنائیں(۱)۔ اس (واضح حکم) کے بعد جو انکار کریں گے وہ بد کردار ہوں گے (نور ٥٥)

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے :

و لقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون ان فی ھذا لبلاغاً لقوم عابدین۔ اور ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ زمین کے وارث (آخر کار) میرے صالح بندے ہوں گے۔ اس میں عبادت گزاروں کے لئے ایک بہت بڑا پیغام ہے۔ (انبیاء : ١٠٥-١٠٦)

یہ دونوں آیتیں ایک دوسرے کی بخوبی تشریح و تفسیر کر رہی ہیں۔ اللہ تعالی کا یہ وعدہ اگرچہ دور خلافت راشدہ میں پورا ہو چکا ہے مگر یہ پیام حق ایک مژدۂ جاوید ہے جو ہر دور کے لئے مشروط طور پر عام ہے۔

پہلی آیت کریمہ میں ''زمین میں خلیفہ بنائے جانے،، (استخلاف فی الارض) کے لئے بنیادی شرط ایمان اور عمل صالح قرار دی گئی ہے۔ پھر اسی کو مختصر طور پر ''عبادت،، (یعبدوننی) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس طرح دوسری آیت میں بھی ''صالحین،، ہی کو ''عابدین،، کہا گیا ہے۔ اس لحاظ سے عبادت سے مراد

---

١ - ''یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا،، یہ دو جملے ہیں اور ان دونوں کے درمیان حرف عطف موجود نہ ہونے کی بنا پر یہ قابل غور ہیں۔ مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کی عبادت اس طرح ہو کہ اس میں کسی قسم کے شرک کا شائبہ تک نہ ہو۔ شرک کی بہت سی قسمیں ہیں۔ جن میں سے ایک غیراللہ کی مطلق اطاعت بھی ہے۔ اہل ایمان سے شرک نہ کرنے کا مطالبہ (یہاں پر قومی و بین‌الاقوامی سیاق میں) میرے اپنے خیال سے شاید یہ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے خصوصی معاملات میں غیر قوموں کو حکم نہ بنائیں اور بے چوں و چرا ان کے احکامات کی تعمیل نہ کریں وغیرہ۔

عمل صالح ہوا۔ اور عمل صالح قرآن کریم کی ایک وسیع اصطلاح ہے، جس میں تمام شرعی و اخلاقی احکام و اوامر داخل ہیں۔ اور جہاں دانی و جہاں بانی بھی اس عمل صالح میں داخل اور اس کا ایک ضروری حصہ ہے۔ اس کے بغیر نہ تو مسلم معاشرہ وجود میں آسکتا ہے اور نہ ''عمل صالح،، کو قرار و ثبات حاصل ہو سکتا ہے۔ مسلم معاشرہ کو وجود میں لانے اور اس کی حفاظت کرنے کے لئے جہاں دانی و جہاں بینی کی بھی ضرورت ہے۔ جیسا کہ دور رسالت اور دور خلافت راشدہ کے حالات اور واقعات (کفار و مشرکین اور یہود و نصاری وغیرہ کے ساتھ معرکہ آرائیاں) شاہد ہیں۔ کسی کمزور قوم یا کمزور معاشرہ میں عمل صالح یا احکام الہی کا مکمل ظہور و نفاذ بہت مشکل دکھائی دیتا ہے۔ جیسا کہ آج خصوصیت کے ساتھ ایران، پاکستان اور افغانستان کے حالات شاہد ہیں۔ اقوام عالم اور خاص کر بڑی طاقتیں اسلام قوانین کے نفاذ یا اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور اس کے دور رس عواقب و نتائج سے لرزاں و ترساں دکھائی دیتی ہیں۔ اسی وجہ سے وہ آج مسلم حکومتوں اور مسلم معاشروں کو برباد کر دینے پر تلی ہوئی ہیں۔

غرض ان آیات میں ''عمل صالح،، سے مطلوب محض چند رسوم و عبادات نہیں بلکہ ایک مکمل اور مثالی عمل کا نمونہ مطلوب ہے جو ہر اعتبار سے ''صالح،، ہو۔ یعنی شرعی امور کی پابندی کے ساتھ ساتھ دین برحق کو مضبوط بنیادوں پر قائم و دائم رکھنے کی تمام تدبیروں پر عمل پیرائی جو ازالہ خوف کے درجے میں آجائے۔ اس مثالی عمل سے مزین و آراستہ افراد ہی کو سورۂ انبیاء والی آیت میں ''الصالحون،، سے تعبیر کیا گیا ہے جو زمین کے وارث ہوں گے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ایسی ہی صالح اور مثالی قومیں — جو کارزار حیات میں سرگرم عمل ہوں — کشور کشا ہو سکتی ہیں اور اپنے ملکوں کو اغیار کی دستبرد سے بچا سکتی ہیں۔

یہاں پر یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ ابتدائی دور میں قوموں کو ابھرنے اور کارزار حیات میں جدوجہد کرنے کے لئے اگرچہ وسائل سے زیادہ خدا کی ذات والا صفات پر بھروسہ اور یقین کامل کافی ہوتا ہے ۔ مگر بعد کے مرحلے میں ملکی و ملی دفاع و استحکام کے لئے ہر قسم کے وسائل اکھٹا کرنے اور اپنے آپ کو پوری طرح تیار اور چوکس رکھنا پڑتا ہے ۔ جیسا کہ سورۂ انفال والی آیت میں ہمیں حکم دیا گیا ہے ۔

بہر حال حصول خلافت اور اس کی برقراری و استحکام کے لئے (جو درحقیقت دین اور اس کے احکام کا استحکام ہی ہے) تدبیر اور جدوجہد یا قومی اور بین الاقوامی حیثیت سے بیدار مغزی اور ہر حیثیت سے دفاع ہر حال میں ضروری ہے ۔ ان تمام مراحل میں ایمان اور عمل صالح کا مکمل مظاہرہ ہونا چاہئے ۔ دونوں چیزیں ضروری ہیں کسی ایک چیز پر تکیہ کرکے دوسری چیز کا استخفاف نہیں کیا جا سکتا ۔

ان آیات میں اہل ایمان سے تین چیزوں کا وعدہ کیا گیا ہے :

۱ ۔ ان کو زمین کی خلافت سونپی جائے گی (استخلاف فی الارض)

۲ ۔ ان کے دین کو مضبوط و مستحکم کیا جائے گا (تمکین دین)

۳ ۔ خوف و دہشت کی فضا دور کرکے امن و سلامتی عطا کی جائے گی (تبدیل خوف من الامن)

یہی تین چیزیں ہیں جن کی آج دنیائے اسلام کو شدید ضرورت ہے ۔ ان تینوں امور میں غور فرمائیے تو صاف واضح ہو جائے گا کہ موخرالذکر دو چیزوں کا حصول ہی اصل میں خلافت (پہلی چیز) کی بنیاد ہے ۔ یعنی وہی ''عمل صالح،، کا مکمل اور بے خوف و خطر ظہور و نفاذ جس کو ''دین کی مضبوطی،، سے تعبیر کیا گیا ہے ۔ اس لحاظ سے جب تک یہ دونوں

چیزیں (دین کی مضبوطی یا عمل صالح کا بے روک ٹوک نفاذ اور دنیا کی معاصر قوموں سے پوری پوری بے خوفی) حاصل نہ ہوجائے خلافت ارض ایک بے معنی لفظ رہے گا، چاہے روئے زمین پر ۴۲ کے بجائے ۴۲ سو مسلم حکومتیں وجود میں آجائیں ۔ لہذا یہ تینوں چیزیں اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتیں جب تک کہ ہم عصر جدید کے تقاضوں کے مطابق خود کو کیل کانٹوں سے پوری طرح لیس نہ کرلیں اور اقوام عالم کے مقابلے کے لئے دفاعی حیثیت سے اپنے آپ کو پوری طرح تیار نہ کرلیں ۔

موجودہ ناگفتہ‌به حالات سے بددل اور مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ۔ بلکہ اپنے تمام وسائل کا جائزہ لے کر مثبت بنیادوں پر عالم اسلام کی تعمیر نو میں لگ جانے اور عہد نو کا زرین باب کھولنے کی ضرورت ہے ۔ اللہ تعالی کا وعدہ یقیناً سچا ہے ۔ وہ اپنا وعدہ پورا کرکے رہے گا بشرطیکہ ہم نئے عزم اور نئے حوصلے کے ساتھ کام کرنے لگ جائیں ۔

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ و کفی باللہ شہیدا : وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ وہ اس کو تمام ادیان پر غالب کر دے ۔ اور اللہ کافی ہے حق ثابت کرنے والا (فتح ۲۸)

کیا علوم سائنس کی تحصیل فرض ہے :

امام غزالی‌رح اپنی شہرہ آفاق کتاب احیاء العلوم میں ''بیان العلم الذی ھو فرض کفایۃ،، کے عنوان کے تحت اصولی طور پر تمام علوم کو علوم شرعیہ اور علوم غیر شرعیہ میں تقسیم کرکے تحریر فرماتے ہیں :

''وہ علم جو شرعی نہیں ہے اس کی چند قسمیں ہیں : وہ علم یا تو محمود و مستحسن ہوگا یا مذموم و غیر محمود ہوگا یا جائز و مباح ہوگا ۔ پس محمود وہ علم

ہے جس سے دنیوی امور کی مصلحتیں وابستہ ہوں جیسے طب اور حساب ۔ اور یہ علم محمود بھی منقسم ہے : وہ یا تو فرض کفایہ ہوگا یا صرف فضیلت والا ہوگا۔ فرض نہ ہوگا۔ تو فرض کفایہ وہ علم ہے جس سے دنیوی امور کی درستی میں صرف نظر نہ کیا جا سکتا ہو جیسے طب کیونکہ علم طب جسمانی صحت اور اس کی بقاء کے لئے ناگزیر ہے ۔ اور جیسے علم حساب جو وصیت اور وراثت وغیرہ قسم کے معاملات میں بہت ضروری ہے(۱)۔ اور یہ وہ علوم ہیں جن سے اگر کوئی شہر خالی ہوجائے تو اہل شہر نقصان میں پڑ جائیں ۔ اب اگر کوئی ایک شخص بھی ان علوم کو قائم و جاری کردے تو کافی ہو جائے گا اور بقیہ لوگوں کی طرف سے فرض ساقط ہو جائے گا ۔ اس لحاظ سے ہمارے اس قول سے کہ ''طب اور حساب فرض کفایہ میں سے ہیں،، کسی کو تعجب نہیں کرنا چاہئیے ۔ بلکہ (ہم تو یہاں تک کہیں گے کہ) مختلف قسم کی صنعتیں مثلاً کاشتکاری، کپڑے کی صنعت، سیاست، بلکہ پچھنے لگانا (نشتر زنی) اور درزی کا کام (وغیرہ) بھی فرض کفایہ میں داخل ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر کسی شہر سے پچھنے لگانے والے (علاج کی غرض سے نشتر لگا کر فصد کھولنے والے) ہی ناپید ہو جائیں تو پھر اس شہر والوں کی خرابی آجائے گی اور وہ ہلاکت کے قریب ہو جائیں گے ۔ جس ہستی نے بیماری کو پیدا کیا ہے اسی نے دوا بھی پیدا کی ہے اور اس کا استعمال بھی سکھایا ہے اور اس کے اسباب بھی گنا دئے ہیں ۔ لہذا کسی بھی معاملہ کو مہمل قرار دے کر اس سے چشم پوشی نہیں کی جا سکتی ۔

---

۱ ۔ آجکل دنیا کا کوئی کاروبار، کوئی کارخانہ، کوئی صنعت، کوئی بنک اور کوئی دفتر وغیرہ بغیر حساب کے ایک دن بھی نہیں چل سکتا ۔ بلکہ اب تو سہولت کے لئے کمپیوٹروں کا نظام جاری ہو گیا ہے، جو آن کی آن میں لمبے لمبے حسابات حل کر کے رکھ دیتے ہیں ۔

اب رہا وہ علم جو فضیلت میں تو شمار ہوتا ہے مگر فرض نہیں ہوتا، تو وہ وہ ہے جو حساب اور طب کے امور میں بہت زیادہ خوض اور گہرائی کے بعد حاصل کیا گیا ہو۔ یہ علم اگرچہ ضروری تو نہیں ہے مگر فائدہ سے خالی بھی نہیں ہے۔

اب رہا وہ علم جو مذموم ہے تو وہ جادو، طلسمات اور شعبدہ بازی وغیرہ کا علم ہے۔ اور مباح وہ علم ہے جو اشعار یا تاریخ وغیرہ سے متعلق ہو،،۔ (احیاء العلوم، ۱/۱٦)

امام غزالیؒ اگر آج زندہ ہوتے تو عجب نہیں کہ موجودہ دور کے علوم خصوصاً سائنسی علوم کو فرض کفایہ ھی نہیں بلکہ — ہماری ملت کی موجودہ جانکنی اور زبوں حالی کو دیکھ کر — فرض عین قرار دے دیتے، جن سے آج اقوام عالم کا عروج و زوال وابستہ ہو گیا ہے۔

اسلام اور اصول تمدن :

اسلام ایک ابدی و سرمدی مذہب ہے، جو دین و دنیا دونوں کا جامع اور ہر قسم کی افراط و تفریط سے پاک ہے۔ وہ دیگر مذاہب کی طرح ترک دنیا اور عزلت و گوشہ نشینی کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ کارزار حیات کو گرم کرنے اور تمدنی ہنگامہ آرائیوں میں کودپڑنے کی دعوت دیتا ہے۔ وہ اپنے متبعین کو تارک الدنیا مسکین اور ضعیف و کمزور نہیں بلکہ ایک سر گرم، فعال، خودکفیل اور بہادر و طاقتور قوم کے روپ میں دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ وہ مثبت انداز فکر اور متوازن طریقہ تعلیم ہے جس کا تصور ہمیں دنیا کے کسی بھی مذہب میں نہیں ملتا۔

چنانچہ علامہ شبلی نعمانیؒ نے اپنی کتاب ''الکلام،، میں ''ترقی تمدن کے وہ اصول جو دین اسلام میں پائے جاتے ھیں،، کے عنوان کے تحت چند نکات

سے بحث کرکے قرآنی دلائل سے انہیں مدلل و مزین کیا ہے۔ اس موقع پر میں پہلے دو نکات کا خلاصہ بیان کروں گا جن کا تعلق زیر بحث موضوع سے ہے۔

''ہمارا دعوی صرف یہ نہیں کہ اسلام تمدن کے موافق ہے، بلکہ ہمارا یہ بھی دعوی ہے کہ وہ تمدن کو ترقی دینے والا ہے اور اس حد تک پہنچانے والا ہے جو تمدن کا انتہائی درجہ ہے۔ انسان کی تمام ترقیوں کی پہلی بنیاد یہ ہے کہ وہ یہ خیال کرے کہ وہ اعلی ترین مخلوقات ہے اور تمام کائنات میں جو کچھ ہے وہ اسی لئے ہے کہ انسان اس سے تمتع اٹھائے۔ (دنیا میں) سب سے پہلے قرآن مجید نے اس اصول کی تعلیم دی (۲) انسان کی تمام ترقیوں کی بنیاد یہ ہے کہ اس کو یہ یقین ہو کہ اس کے خیر و شر، ترقی و تنزل، عروج اور زوال کا مدار تمامتر اس کی سعی اور کوشش پر ہے۔ اور دنیا اور دین کی تمام کامیابیاں محض اس کی کوشش پر موقوف ہیں۔ قرآن مجید نے اس اصول کو نہایت توضیح اور تاکید کے ساتھ بیان کیا :

و ان لیس للانسان الا ماسعی : انسان کے لئے اتنا ہی ہے جتنی اس کی کوشش ہے۔ (نجم ۳۹)

لہا ماکسبت و علیہا ما اکتسبت : انسان کے نفس کو جو فائدہ پہنچتا ہے اسی کی کمائی کی بدولت ہے۔ اور جو نقصان پہنچتا ہے اس کے کرتوت کی بدولت (بقرہ ۲۸۶)

ولا تکسب کل نفس الا علیہا : اور جو کوئی برا کام کرتا ہے تو اس کا وبال اسی پر پڑتا ہے۔ (انعام ۱۶۴)

اولما اصابتکم مصیبة قد اصبتم مثلیہا قلتم انی ھذا قل ھو من عند انفسکم : کیا جب ایسا ہوگا کہ تم پر کوئی مصیبت پڑے کہ جس کے دو چند تم پہلے پہنچا چکے ہو تو تم کہوگے کہ یہ مصیبت کہاں سے آئی ؟ اے محمد

کہدو کہ یہ خود تمہاری اپنی ذات کی وجہ سے ہے (آل عمران)

ذالك بان الله لم یك مغیراً نعمہً انعمها علی قوم حتی یغیروا ما بانفسهم : یہ اس لئے کہ اللہ جب کسی قوم کو کوئی نعمت دیتا ہے تو اس کو بدلتا نہیں جب تک وہ خود اپنے آپ کو نہ بدلیں ۔ (انفال ۵۳)

ظهر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس : لوگوں کے کرتوت کی بدولت تمام خشکی و تری میں فساد پھیل گیا (روم ۴۱)

وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم : تم پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو خود تمہارے کرتوت کی بدولت (شوری ۳۰)

اسلام نے اس مضمون پر اس قدر زور دیا کہ قرآن مجید میں جابجا تصریح کی کہ بندہ جب ایک کام کر لیتا ہے تو خدا بھی اس کے موافق کرتا ہے :

ان الذین امنوا و عملوا الصلحت یهدیهم ربهم بایمانهم : جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے کام بھی اچھے کئے خدا ان کو ان کے ایمان کی وجہ سے ہدایت کرتا ہے (یونس ۹)

ان الذین لا یومنون بایت الله لا یهدیهم الله : جو لوگ اللہ کی نشانیوں پر ایمان نہیں لاتے اللہ ان کو ہدایت نہیں کرتا (نحل ۱۰۴)

و الذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا : جو لوگ ہمارے لئے مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان کو اپنی راہ دکھاتے ہیں (عنکبوت ۶۹)

یا ایها الذین امنوا تقوا الله و قولوا قولا سدیدا یصلح لکم اعمالکم : مسلمانو ! اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات بولو تو خدا تمہارے اعمال کو صالح کردے گا (احزاب ۷۰)

یا ایھاالذین اٰمنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم : مسمانو ! اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو خدا بھی تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا ۔ (محمد ۷)

فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبھم : پھر جب وہ لوگ کج ہوئے تو اللہ نے بھی ان کے دلوں کو کج کر دیا (صف ٥)

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم : اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں (رعد ١١)

ان آیتوں میں خدا نے اپنے کام کو بندہ کے کام سے متأخر رکھا ۔ فلما زاغوا الخ میں بیان کیا کہ جب ان لوگوں نے کجی کی تو خدا نے بھی ان کے دلوں کو کج کر دیا ۔ (اسی طرح) یا ایھاالذین آمنوا میں یہ کہا کہ ''مسلمانو! پرہیزگاری اختیار کرو اور ٹھیک بات کہو تو اللہ تمہارے عمل کو صالح کر دے گا،، ۔ حالانکہ پرہیزگاری خود عمل صالح کا نام ہے ۔ اور جب کوئی شخص پرہیزگاری کرے گا تو پھر اس کے عمل کے صالح کرنے کی کیا ضرورت ہے،، (الکلام، ص ١٨٠ - ١٨٢)

اقوام عالم کی رہنمائی :

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالی کی مدد اور اس کی نصرت اسی وقت شامل حال ہوتی ہے جب کہ اہل اسلام اللہ تعالی کے تمام احکام پر عمل پیرائی کے جذبے کے ساتھ سرگرم عمل ہو جائیں اور ہر حیثیت سے میدان کارزار کو گرم کرکے خلافت ارض کی عظیم ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوں ۔ نیز دینی و دنیوی ہر حیثیت سے مسلم معاشرہ کی خصوصاً اور اقوام عالم کی عموماً ہدایت و رہنمائی کا فریضہ انجام دے کر موجودہ بین الاقوامی خطرات اور ہلاکت خیزیوں سے عالم انسانی کو

نجات دلائیں۔ خلافت ارض کی یہ وہ عظیم ترین ذمہ داری ہے جو اس وقت مسلم قوموں کے کندھوں پر اللہ تعالی نے ڈال رکھی ہے۔ موجودہ گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں امید اور روشنی کی کوئی کرن اگر نظر آرہی ہے تو وہ اسلام اور دنیائے اسلام ہی کی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلم قومیں اپنا یہ پارٹ اور وقت کا سب سے بڑا کردار کس طرح ادا کرتی ہیں!

کنتم خیرامۃ اخرجت للناس الخ تم بہترین امت ہو جو پوری نوع انسانی کے لئے برپا کی گئی ہے۔ اللہ تعالی نے بہت پہلے ہی یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ عالم انسانی کا ''خیر،، صرف دنیائے اسلام ہی سے وابستہ ہے۔ یہاں پر ''الناس،، سے مراد پوری دنیائے انسانیت ہے جس کی صلاح و فلاح کی ذمہ دار دنیائے اسلام ہے۔ عالم انسانی کی موجودہ کج روی کو روکنا اور اس کو راہ راست پر لانا یہ بھی وقت کا ایک بہت بڑا تقاضا اور خلافت ارض کا ایک اہم ترین مقصد ہے۔ اہل اسلام کے پاس وہ ''نور ہدایت،، موجود ہے جس سے اس وقت دنیا کے تمام مذاہب اور تمام قومیں تہی دامن ہیں۔

مگر اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مادی اعتبار سے بھی اقوام عالم کی ''برابری،، ضروری ہے۔ یہ ایک بہت بڑی نفسیاتی حقیقت ہے کہ دنیا کی قومیں مادی علوم میں جس کو اپنا ''امام،، تسلیم کر لیتی ہیں اپنے دیگر تمام معاملات میں بھی — چاہے وہ دینی ہوں یا دنیوی — ان کو ذہنی اعتبار سے ''امامت کے منصب،، پر فائز سمجھنے لگ جاتی ہیں۔ جیسا کہ آج علمی دنیا پر (محض ان کے مادی علوم کی برتری کی بنا پر) مستشرقین کی ایک دھاک بیٹھی ہوئی دکھائی دیتی ہے اور ان کے ''اقوال،، کے مقابلے میں علمائے اسلام کی ''باتوں،، کو کوئی نہیں سنتا، یا انھیں کوئی وقعت نہیں دیتا۔ اگرچہ مستشرقین کی باتیں کتنی ہی غلط اور علمائے اسلام کی باتیں کتنی ہی صحیح کیوں نہ ہوں۔ اگر

مسلمان مادی علوم میں بھی بر تر ہوتے تو پھر یہ صورت حال کبھی رونما نہ ہوتی۔ لہذا ہمیں اس بنیادی علت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ بغداد اور اسپین کے عروج کے زمانہ میں مسلمانوں کی علمی برتری اور ان کے وقار کا بھی یہی حال تھا جو آج ہم کو مغربی قوموں میں نظر آرہا ہے۔ جب تک موجودہ صورت حال معکوس نہیں ہوگی ہم اقوام عالم کو ''معروف،، اور ''منکر،، کے اسباق نہیں پڑھا سکیں گے (۱)

اس لحاظ سے بھی آج ہم کو مادی علوم (علم الاسماء) میں ترقی کرکے اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ حاصل کرنا چاہئیے ورنہ ''عالمی،، سطح پر ہماری کوئی وقعت نہیں رہے گی۔ بلکہ فریضہ خلافت کی ادائیگی میں ہم سراسر ناکام رہیں گے۔

---

۱ - دور جدید کا سب سے بڑا ''منکر،، ہے موجودہ تہذیب و تمدن کی ہلاکت آفرینیاں اور غلط اور مہلک قسم کے سائنسی ایجادات، جن سے عالم انسانی کو ہر حال میں بچانا ہے۔ اور یہ کارنامہ صرف دنیائے اسلام ہی انجام دے سکتی ہے، جو نوع انسانی کی امین اور اس کی محافظ بھی ہے۔ بشرطیکہ وہ اتنی طاقتور بن جائے کہ منشائے الہی کو بزور نافذ کر سکے۔ یہ ہے ''تأمرون بالمعروف و تنهون عن المنکر،، کا صحیح اور ولولہ انگیز مفہوم موجودہ بین الاقوامی حالات کے اعتبار سے۔

واضح رہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رح کے نزدیک قرآن کریم کے ارشادات و خطابات خاص خاص احوال و کوائف ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ان کا خطاب اصلاً عام ہوتا ہے اگرچہ وہ بعض مخصوص حالات ہی کے تحت نازل ہوئے ہوں۔ لہذا ان خطابات کو وسیع احوال و کوائف پر منطبق کرنا چاہئے (ملخص از الفوز الکبیر)

اسلامی تہذیب اور مغربی اقوام :

جب تہذیب کی بحث آ ھی گئی ھے تو مناسب معلوم ھوتا ھے کہ اس موضوع پر بھی تھوڑی سی روشنی ڈال دی جائے ۔ مغربی تہذیب کے بعض پرجوش حامی و شیدائی مسلمانوں کو مغربی تہذیب و تمدن کو — اس کی ظاھری چمک دمک کی بنا پر — اختیار کرلینے کا غلط مشورہ دیتے ھیں ۔ حالانکہ تہذیب اور تمدن کے مفہوم میں فرق ھے۔ جو چیز لینے کی ھے وہ صرف تمدنی علوم و فنون ھیں نہ کہ تہذیب (معتقدات اور طرز معاشرت وغیرہ) مغربی تہذیب تو اپنے دیوالیہ پن اور اخلاقی گراوٹ کی آخری حد کو پہنچ چکی ھے ۔ اس لحاظ سے تہذیب کے معاملے میں وہ خود ھماری محتاج ھے ۔ اب تبادلے کے اصول کے مطابق ضرورت اس بات کی ھے کہ ھم اپنی تہذیب — اپنا مذھبی و اخلاقی سرمایہ — اس کے حوالے کرکے اس کے تمدنی علوم و فنون کے سرمایہ کو خود لے لیں۔ اس میں نہ صرف دونوں کا بھلا ھے بلکہ اس میں در اصل انسانیت کی فلاح مضمر ھے ۔ واضح رھے کہ یہ علوم و فنون دراصل اس کے اپنے یا اس کا ذاتی سرمایہ نہیں بلکہ ھمارے ھی آباءواجداد کی وراثت ھیں جو مغربی قوموں کو خصوصیت کے ساتھ اسپین کی راہ سے ملے تھے (۱) ۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو معلوم ھوگا کہ ھمارا مغربی علوم و فنون کو اپنانا مغربی اقوام کا زیربار احسان ھونا نہیں بلکہ در حقیقت اپنی ھی امانت کو واپس لینا ھے (۲) ۔ اور دوسری حیثیت سے دیکھا جائے تو یہ ایک مسلم حقیقت ھوگی کہ ھمارے آباء و اجداد نے قرون وسطی — بغداد، مصر اور اسپین کے ادوار — میں مغربی قوموں کو علوم و فنون دے کر گویا ان پر احسان کیا تھا ۔ اب ھم تہذیبی حیثیت سے بھی ان کی راھنمائی کرکے پھر دوبارہ ان پر احسان

---

۱ - یہ اور بات ھے کہ انھوں نے ان علوم و فنون کو بے انتہاء ترقی دے دی ھے ۔ مگر نیو اور بنیاد ھماری ھی ڈالی ھوئی ھے ۔

۲ - واپس لے لینے کا مطلب چھین لینا نہیں بلکہ شکریہ کے ساتھ اپنا لینا ھے ۔

کرنے والے ہوں گے۔ اگر قرون وسطی میں اقوام مغرب ہمارے علوم و فنون کے ساتھ ہی ساتھ ہماری تہذیب بھی لے چکی ہوتیں تو موجودہ مغربی تہذیب کی گراوٹ، انارکی اور خدا فراموشی کا وہ حال نہ ہوتا جو آج نظر آرہا ہے۔ بہر حال اسلامی تہذیب ہی ایک برتر تہذیب اور عالم انسانی کے لئے خیر و برکت کا باعث ہوگی جو اونچ نیچ سے عاری اور ہر حیثیت سے صالح و متوازن ہے۔ جب تک اس تہذیب کا بول بالا نہیں ہوتا دنیا سے سیاست و معیشت کی ہوسناکی و خودغرضی اور معاشرتی و اخلاقی مفاسد اور تباہیوں کا خاتمہ نہیں ہو سکتا۔

مسلم نشاۃ ثانیہ کا مدار

اہل اسلام کو اپنی تہذیب پر پوری طرح ثابت قدم رہتے ہوئے صرف جدید علوم و فنون (یا تمدن جدید) سے مستفید ہونا ہے۔ ہماری تہذیب ایک چٹان کی طرح اٹل ہے، جس کا ہم کو سودا نہیں کرنا ہے۔ بلکہ اس چٹان پر برقرار رہتے ہوئے ہم کو صرف تمدن جدید سے استفادہ کرنا ہے۔ تمدن ایک تغیر پذیر اور ارتقائی شے ہے جو کسی بھی دور میں ایک حالت پر نہیں رہتا۔ ہمیں اپنی تہذیب کو سینے سے لگائے ہوئے زندگی کے میدان اور اس کی دوڑ میں تمدن کے ساتھ چلنا ہے۔ ہم بیسویں صدی کے بجائے خواہ تیسویں صدی کے تمدن میں داخل ہو جائیں، ہماری تہذیب عزیز ہر حال میں ہمارے ساتھ رہے گی۔

اسلامی تہذیب اور تمدن جدید کے اجتماع ہی سے خلافت ارض کے تقاضے پورے ہو سکتے ہیں اور مسلم نشاۃ ثانیہ عمل میں آسکتی ہے، جیسا کہ پچھلے تمام مباحث اور اس سلسلہ کی تمام آیات قرآنی میں غور و خوض کے بعد واضح ہوتا ہے۔ تمدن جدید یا صنعت و حرفت (ٹکنالوجی) کو اپنانے کے باعث نہ صرف ہماری غربت و افلاس دور ہو سکتی ہے اور بے شمار معاشی، قومی، سیاسی، عسکری اور بین الاقوامی فوائد و منافع حاصل ہو سکتے ہیں (جیسا کہ تفصیلات گزر چکیں)

بلکه عالمی سطح پر ھمارا وقار اور مرتبه بھی بہت بلند ھو جائے گا۔ اس مقصد کے حصول کے بعد پھر ھم کو اپنی تہذیبی برتری کے اظہار کا موقع ملے گا جو بہت ھی کارگر اور موثر ھوگا۔ اور اس طرح دنیا اسلام کی برکتوں سے سالامال ھو جائے گی۔ جو که عندالله مطلوب و مقصود ھے۔

غرض خلافت ارض اس وقت دو حصوں میں بٹی ھوئی ھے : اس کا مادی حصه غیروں کے قبضے میں ھے اور صرف اس کا روحانی حصه اھل اسلام کے پاس ھے جب تک یه دونوں حصے پھر سے یکجا نہیں ھو جاتے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیه ممکن نہیں ھو سکتی اور جب تک اھل اسلام کی نشاۃ ثانیه عمل میں نه آئے موجودہ دنیا اپنی تہذیبی و تمدنی ھلاکت خیزیوں کے مہیب غار سے کبھی نہیں نکل سکتی۔

نصاب تعلیم کے سلسلے میں چند تجاویز:

اس مقصد کے حصول کے لئے ضروری ھے که ھم پورے نصاب تعلیم کا جائزہ لے کر اس میں مناسب تبدیلیاں کریں اور سائنسی علوم کی تحصیل پر زیادہ سے زیادہ زور دے کر ان کی تحصیل تیز سے تیز تر کر دیں۔ اس سلسلے میں راقم سطور کے ناقص علم کے مطابق چند تجاویز یہاں پر پیش کی جارھی ھیں۔ :

١۔ علم الاسماء یا علم کائنات یا سائنسی علوم کی کما حقه ترقی اور مسلم معاشرہ میں اس کی صحیح ترویج و اشاعت کے لئے ضروری ھے که جدید سے جدید تر تمام علوم مادری زبان میں پڑھائے جائیں۔ خصوصیت کے ساتھ پاکستان میں ایک اردو یونیورسٹی کا قیام خاص کر اس مقصد کی خاطر بہت ضروری ھے۔ کاش که ھندوستان میں عثمانیه یونیورسٹی کا ''اردو کردار،، باقی رھتا جو اس بر صغیر میں ایک بہت بڑی خدمت انجام دے رھا تھا اور جدید سے جدید تر تمام علوم کو اردو میں منتقل کرنے کا عظیم الشان بیڑا اٹھائے ھوئے تھا۔

۲ - تمام سرکاری و غیر سرکاری مدارس میں سائنسی علوم کی تعلیم لازمی قرار دی جائے - بلکہ ان علوم کی تحصیل کی ترغیب و تحریص دلائی جائے، اور ہر حال میں مادری زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے، سوائے بعض خاص صورتوں کے -

۳ - عربی مدارس میں خصوصیت کے ساتھ چند سائنسی علوم کو داخل کرکے نصاب تعلیم کی اصلاح کی جائے - علم ایک مکمل وحدت ہے اور ہمارے علماء کو ''مکمل علم،، کا وارث بننا چاہئے، نہ کہ آدھے علم کا - ورنہ موجودہ دور کی صحیح قیادت ممکن نہیں علم ہمارا ایک قیمتی سرمایہ ہے، جس کی تقسیم کے باعث خوفناک نتائج رونما ہوئے - جو تاریخ کا ایک سیاہ باب بن چکے ہیں - جیسا کہ ہمیں کلیسا اور مادیت کی کشمکش کے نتیجے میں دکھائی دیتا ہے - یہ تاریخ اب دوبارہ کبھی نہیں دھرانی چاہئے -

۴ - موجودہ عربی مدارس کے فارغین کے لئے (خصوصاً پاکستان جیسے ملکوں کی یونیورسٹیوں میں) کوئی دو سالہ یا چار سالہ کورس جدید علوم کی تعلیم کے لئے قائم کیا جائے - اس کے بغیر ہمارے علماء کو جدید علوم کی ترویج واشاعت کے باعث پیدا شدہ فکری، تہذیبی اور تمدنی مسائل کو صحیح طور پر سمجھنا مشکل ہے - اور ان مسائل کو سمجھے بغیر پیش پا افتادہ مشکلات کا حل نکل نہیں سکتا -

۵ - فی الحال سائنسی علوم کی تمام درسی و غیر درسی اہم اہم کتابوں کا اردو اور دیگر مادری زبانوں میں ترجمہ کرکے مادری زبان میں ان علوم کی تعلیم و تدریس کو آسان سے آسان تر بنایا جائے -

موجودہ تعلیمی نقائص :

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ غیر ملکی زبانوں میں تعلیم دینے سے کسی فن

کے مسائل دلوں میں راسخ نہیں ہوتے ۔ کیونکہ زبان کی اجنبیت اس راہ میں ایک پردہ کے طور پر حائل رہتی ہے ۔ طلبہ کے سامنے کوئی فن غیر مادری زبان میں پیش کرنا گویا ان کے سامنے بیک وقت دو چیزوں کو پیش کرنا ہے، ایک زبان اور دوسرے فن ۔ اب وہ بیچارے حیران ہوتے ہیں کہ ان دونوں میں سے کس کو سمجھیں ؟ زبان کو یا فن کو ؟ یہ بالکل ایک غیر فطری اور عجیب سا طریقہ بلکہ ایک ظلم ہے کہ کمسن اور نوخیز ذہنوں پر اتنا بوجھ ڈال دیا جائے جس کے وہ متحمل نہ ہو سکیں ۔ شاید اسی بنا پر اکثر طلبہ کا یہ مقصد بن جاتا ہے کہ وہ بجائے فن کو سمجھنے کے (جس کی ان میں استعداد نہیں ہوتی) امتحانی سوالات کے جوابات رٹ کر کسی نہ کسی طرح امتحان میں کامیاب ہو جائیں ۔ اس قسم کے ''کامیاب،، طلبہ آگے چل کر جب خود اساتذہ کے منصب پر فائز ہوں گے تو ظاہر ہے کہ اپنی عدم قابلیت کی بنا پر اپنے ماتحت طلبہ میں کوئی قابلیت پیدا نہیں کر سکیں گے ۔ بلکہ سرکاری مدارس میں زیادہ تر یہ رواج سا ہوگیا ہے کہ کلاسوں میں بجائے لکچرز دینے اور فنی مسائل ذہن نشین کرانے کے (جن کی ان میں استعداد نہیں ہوتی) چند نوٹس لکھوا کر (جو پہلے سے تیار شدہ اور متوارث چلے آرہے ہوتے ہیں) پیچھا چھڑا لیا جاتا ہے ۔ گویا کہ فرض ادا ہو گیا ۔ اور طلبہ کا کمال یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان نوٹس کو رٹ کر امتحان میں لفظ بلفظ انہی کو ایک طوطے کی طرح دھرا دیں ۔ اور یہ سلسلہ یونہی نسل در نسل چلا آرہا ہے ۔ اس فرسودہ نظام تعلیم میں اصلاح کا کسی کو خیال نہیں آتا ۔

اس ناقص طرز تعلیم کی بدولت معیار تعلیم دن بدن گر رہا ہے اور ہمارے نو نہالوں کی صلاحیتیں خواہ مخواہ ضائع ہو رہی ہیں ۔ انہیں ابھرنے کا موقع ہی نہیں مل رہا ہے ۔ مشرقی ممالک خصوصاً ہندو پاک میں اچھے اور قابل سائنس دانوں کی کمی کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے ۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ موجودہ ترقی

یافته دنیا کی کوئی بھی قوم علوم و فنون کی تعلیم غیر ملکی زبان میں نہیں دیتی۔ بلکه در حقیقت اس کی ترقی کا راز اسی میں مضمر ھے که اس نے اپنی قوم کے نونہالوں کی تعلیم اور ان کے ذھنی نشوونما کے لئے اجنبی زبان کو ذریعه نہیں بنایا۔

حرف آخر:

یه خیال دل سے نکال دینا چاهئے که مسلم قوموں میں ایجاد و اختراع کا ماده اور اس کی صلاحیت نہیں ھے (جیسا که آج مغربی اقوام کا خاصه دکھائی دیتا ھے۔) بلکه جیسا که عرض کیا جا چکا ھے اصل میں یه همارے موجوده نظام تعلیم کی خرابی ھے۔ ورنه آج بھی هماری ملت میں جابر بن حیان(۱) محمد بن موسی خوارزمی (۲) ابو نصر فارابی (۳) محمد بن زکریا الرازی (۴) ابن الهیثم (۵) ابن سینا (٦) البیرونی (۷)

---

۱ ۔ جدید علم کیمیا کا بانی۔

۲ ۔ ریاضی اور فلکیات کا زبردست ماھر۔

۳ ۔ ایک بہت بڑا محقق۔

۴ ۔ بے مثال طبیب اور ایک طبی انسائیکلوپیڈیا ''الحاوی،، کا مصنف۔

۵ ۔ جدید طبیعیات کی ایک بحث روشنی (Light) کے اصولوں کا موجد اور ''بصریات،، کا زبردست ماھر۔ اس کے اصول آج بھی مستند اور جدید تحقیقات کے مطابق ھیں۔

٦ ۔ زبردست طبیب اور کتاب ''القانون،، کا مصنف جو یورپ کی تمام یونیورسٹیوں کے نصاب میں ابھی حال تک شامل تھی۔

۷ ۔ مسلمانوں کا نابغه اور جینیس عالم جو اپنے دور میں یکتائے روزگار تھا۔

ابن نفیس (۸) ابوحنیفه الدینوری (۹) عمر خیام (۱۰) اور ابوالقاسم الزهراوی (۱۱) جیسے زبردست اور نامور سائنس داں، محققین اور موجدین پیدا هو سکتے هیں ـ

بطور مثال یہاں پر صرف چند نام گنائے گئے هیں ـ ورنه اگر استقصاء کیا جائے تو همارے علماء، حکماء اور محققین و موجدین کی ایک بہت بڑی فہرست تیار هو سکتی هے، جن کے کارناموں کی تفصیل کے لئے ایک ضخیم جلد درکار هوگی ـ

علوم و فنون کے باب میں همیں جاپانی قوم سے سبق سیکھنا چاهئے ـ جس نے دوسری جنگ عظیم میں اپنا سب کچھ برباد کر دینے کے باوجود همت نہیں هاری بلکه تن من دهن کی بازی لگا کر ربع صدی میں نه صرف دنیا کے صف اول کے صنعتی ممالک میں شامل هو گئی بلکه بہت سے ترقی یافته ممالک کو بھی پیچھے چھوڑ گئی ـ یه معجزه آخر کس طرح ظہور پذیر هوا ؟ ظاهر هے که یه سب کچھ مسلسل محنت، جفا کشی اور مقصد سے لگن کے علاوه اور کچھ نہیں هے ـ

اس مقالے کو ختم کرنے سے پہلے همارے علماء کے منصب پر بھی تھوڑی سی روشنی ڈالنی ضروری هے ـ جیسا که عرض کیا جا چکا هے جدید علوم

---

۸ ـ ماهر طبیب اور کاشف دوران خون ـ مغربی دنیا غلطی سے ولیم هاروے (پیدائش ۱۵۷۹ء) کو دوران خون کا انکشاف کرنے والا قرار دیتی هے، جب که ابن نفیس کی وفات ۱۲۸۸ء میں هوئی هے ـ

۹ ـ دنیا کا پہلا محقق علم نباتات (نه که کارل لنے ایس، جیسا که مغربی قومیں غلط بیانی سے کام لیتی هیں) ـ

۱۰ ـ ریاضی و هیئت کا ماهر ـ

۱۱ ـ جدید علم سرجری کا باوا آدم ـ

کی ترقی اور ان کی ترویج و اشاعت سے ہمیشہ معاشرہ میں نئے نئے مسائل پیدا ہوتے رہتے ھیں، جن کو سلجھانے اور فکری حیثیت سے معاشرہ کی رھنمائی کرنے کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے(۱) - اسی لئے ہمارے علماء کو جدید علوم و مسائل سے بھی آگاہ رھنا چاھئے تاکہ وہ مثبت طور پر نہ صرف مسلم معاشرہ کی بلکہ عالم انسانی کی بھی رہنمائی احسن طور پر کرکے خلافت ارض کے منصب عظیم سے عہدہ برآ ہو سکیں - ان بنیادی اقدامات کے بغیر کوئی ہمہ گیر ذہنی و فکری انقلاب لانا مشکل ہے - اور اس قسم کے ذہنی و فکری انقلاب کے بغیر عالم انسانی کی مکمل اصلاح کبھی نہیں ہو سکتی -

خلاصہ بحث یہ کہ آج ہم کو بیک وقت دو میدانوں میں کام کرنے کی ضرورت ہے :

---

۱ - مثلاً اب سے چند سال پہلے جب پہلی مرتبہ امریکی خلابازوں کے ذریعہ چاند کی تسخیر عمل میں آئی تھی تو اس وقت خیالات کی دنیا میں زبردست انتشار برپا ہوگیا اور طرح طرح کے فکری و اعتقادی سوالات پیدا ہو گئے - اسی طرح آجکل ''ٹیسٹ ٹیوب بےبی'' کے مظاہرہ سے پیدا ہونے والے فقہی مسائل علمی حلقوں کو پریشان کئے ہوئے ہیں - یعنی اس عمل کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے نسلی، نسبی اور وراثتی مشکلات و پیچیدگیاں -

اس طرح آج دنیائے اسلام کو بہت سارے فکری، معاشرتی اور تمدنی مسائل و مشکلات کا سامنا ہے، جن کا حل تلاش کرنے کے لئے متعلقہ علوم اور ان کے مسائل کی گہرائیوں میں جانے کے ساتھ ساتھ دین کے ابدی نصوص میں بھی گہری بصیرت حاصل کرنی ضروری ہے - ان دونوں علوم کے مسائل و مباحث میں غور و فکر اور ان کے موازنہ و مقابلہ کے بعد ھی کوئی مفید اور تسلی بخش حل نکل سکتا ہے -

(۱) - ہر ممکن طریقہ سے سائنسی علوم کو ترقی دے کر صنعت اور ٹکنالوجی کے میدان میں مسلم معاشرہ کو آگے بڑھانا اور انہیں صف اول کی قوموں میں لا کر کھڑا کرنا -

۲ - سائنسی علوم کی ترقی اور ان کی ترویج و اشاعت سے پیدا ہونے والے فکری، معاشرتی اور تمدنی مسائل و مشکلات کا حل تلاش کرنا -

پہلا فریضہ ماہرین سائنس پر عائد ہوتا ہے اور دوسرا فریضہ علمائے اسلام پر - مسلم نشاۃ ثانیہ کے لئے خلافت ارض کا مکمل حصول ضروری ہے - اور خلافت ارض بغیر علم الاسماء اور تسخیر اشیاء میں برتری کے کبھی مکمل نہیں ہو سکتی -

لہذا ہم کو اسلام اور مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کی خاطر اس مقصد عظیم کے حصول کے لئے تن من دھن کی بازی لگادینی چاہئے - اور کوشش کرنی چاہئے کہ پندرھویں صدی ہجری کو اپنی سرتوڑ جدوجہد کے ذریعہ اسلام کی صدی بنادیں - وما ذالك علی اللہ بعزیز -

---